ج ۱۲
۷۵۵۳
۳۸۱۶۲

پندرہ روزہ
لکھنؤ

تعمیرِ حیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من في الأرض یرحمکم من في السماء

(حدیث صحیح)

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

"THOSE WHO ARE MERCIFUL HAVE MERCY SHOWN THEM BY THE COMPASSIONATE ONE IF YOU SHOW MERCY TO THOSE WHO ARE IN THE EARTH HE WHO IS IN HEAVEN WILL SHOW MERCY TO YOU." (Sahih Hadith)

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

ہند کا آواز

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۱۵) | ۱۰ نومبر ۱۹۷۷ء — ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ | شمارہ نمبر ۱

زرِ اشتراک اندرونِ ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: بارہ روپے ششماہی سات روپے۔ فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرونِ ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۶ شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور یورپین ممالک:
۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

اسحٰق جلیس ندوی

ان واقعات میں سبق ہے

اس واقعہ کو دنیا کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی کہ جب جنگ یرموک کے موقع پر بعض مصلحتوں کی بنا پر امیر المومنین حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ جیسے سپہ سالار کو جن کی شجاعت نے عراق و شام کا فیصلہ کر دیا تھا، معزول کر دیا۔ معزولی کا فرمانِ خلافت عین میدانِ جنگ میں پہونچا، حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ خالدؓ کی پگڑی اتار کر ان کے گلے میں ڈال دی جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ اب خالدؓ کمانڈر انچیف کے منصب سے سبکدوش کئے جا چکے ہیں۔ حضرت خالدؓ کو یہ پیغام سنایا گیا تو انہوں نے کہا کہ فرمانِ خلافت سر آنکھوں پر، اگر میں خدا کے لئے خدمت کرتا تھا تو اب بھی یہ خدمت کروں گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت خالدؓ اسی جانبازی اور جوش و خروش سے لڑتے رہے۔ اس واقعہ سے حضرت خالدؓ کی بے نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہے۔

نامور فرماں روا ملک شاہ سلجوقی اپنی معدلت گستری اور انصاف پروری کی وجہ "السلطان العادل" کے لقب سے مشہور تھا۔ مورخین نے اس کے اس واقعہ کو بنظرِ تحسین دیکھا ہے کہ جب سلطان کا حقیقی بھائی تکش باغی ہو کر مقابلہ کو آ رہا تھا تو سلطان مدافعت کے ارادے سے نکلا، راستے میں مشہد امام علی بن موسیٰ رضا آ گیا، سلطان اپنے وزیر اعظم خواجہ نظام الملک طوسی کے ہمراہ روضہ کے اندر گیا اور فاتحہ پڑھ کر واپس ہوا اور خواجہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا دعا مانگی؟ خواجہ نے کہا کہ میں نے آپ کی فتح و نصرت کی دعا مانگی ہے۔ ملک شاہ نے کہا کہ میں نے تو یہ دعا کی ہے کہ "اگر میرا بھائی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کی مجھ سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو تو خدا اس کو فتحیاب کرے"۔

حضرت سید احمد شہیدؒ نے جب پشاور فتح کر لیا تو اہل شہر نے پرجوش خیر مقدم کیا اور مبارکباد دی، سید صاحبؒ نے شہر میں داخل ہوتے ہی منادی کر دی کہ مجاہدین میں سے کوئی شخص کوئی چیز بلا قیمت نہ لے یا کسی قسم کا جبر و تعدی نہ کرے۔ شراب کی دکانیں بند ہو گئیں، شریعت کے احکام جاری ہو گئے اور تارکین صلوٰۃ پر تعزیر مقرر ہو گئی، سید صاحبؒ کے نام کا سکہ جاری ہو گیا۔

سلطان محمد خاں نے ارباب فیض اللہ خاں مہمند کو آپ کی خدمت میں بھیج کر اپنی تقصیر اور غلطیوں کی معافی مانگی اور آئندہ کے لئے توبہ کی درخواست کی کہ پشاور مجھے سپرد کیا جائے، میں اس میں شرعی احکام کے مطابق آپ کی نیابت کروں گا۔ ۔ ۔ ۔ سلطان محمد خاں نے بار بار بڑی عاجزی اور اصرار سے اس کی درخواست کی اور اللہ کا واسطہ دلایا، سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں توبہ کا احترام کرتا ہوں اور اللہ کے بھروسہ پر اللہ کا یہ ملک سپرد کرتا ہوں، لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں سلطنت و ریاست کا طالب نہیں ورنہ کوئی فاتح یہ نہ کرتا ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت سید صاحبؒ نے بہت دیر تک سلطان محمد خاں کو نصیحتیں کیں اور اجرائے احکام شرعی کے فوائد، عظمت بتائی اور خدا کا خوف دلایا، اور حکومت کی سند عطا فرما کر مولانا سید مظہر علی صاحب عظیم آبادی کو ... کر کے سرے انجام ... کے زمرے میں شرعی خدمات ... کر کے پنجتار واپس ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی، دین کے احیاء اور اسلامی شریعت کے نفاذ کو اصل مقصد قرار دینے اور اخلاص و للّٰہیت اور احتسابِ نفس کو ہر وقت پیش نظر رکھنے والوں کے ان واقعات کو پیمانہ بنا کر ملت کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں اور مسلم ممالک میں قیادت کی کشمکش کا جائزہ لیجئے تو یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوگی کہ ہماری کوشش و جد و جہد کا اصل مرکز و موضوع اپنی ذات، اپنی جماعت اور وسائل و ذرائع بن کر رہ گئے ہیں اور مقاصد سے ہمیں کوئی مخلصانہ تعلق نہیں۔

ان سبق آموز واقعات کی روشنی میں پوری ملت اور مسلم ممالک کا جائزہ مستقل ایک کتاب کا موضوع ہے۔

ہماری ملی تصویر کا یہ تاریک رُخ ہر مسلم ملک اور ہر مسلم معاشرہ میں نمایاں ہے اس کی تازہ مثال پڑوسی ملک کے حالیہ سیاسی واقعات ہیں جہاں اس ذہنیت کا بھرپور مظاہرہ ہو رہا ہے۔

خدا اور دین کے نام سے حاصل کئے ہوئے ملک پاکستان میں روز اوّل سے وہ لوگ برسرِ اقتدار رہے جنہوں نے اس ملک کی تعمیر ان نظریاتی بنیادوں پر کرنے میں کوئی سنجیدگی اور سرگرمی نہیں دکھائی جن نظریات پر اس مملکت کا قیام عمل میں آیا تھا، اس نوآزاد مملکت کی جغرافیائی پوزیشن اس بات کی شدید متقاضی تھی کہ تیز رفتاری سے یہاں وہ نظام لایا جاتا جس میں اتحاد، اخوت، امن و عافیت کی سب سے بہتر ضمانت تھی، لیکن وقت گذاری لیت و لعل میں دن گذرتے گئے، لیاقت علی خاں مرحوم کے زمانہ میں "قرار داد مقاصد" نے اسلامی نظام کی راہ ہموار کی لیکن اسے روبہ کار لانے میں سست رفتاری اور ان کے قتل کی وجہ سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ برسوں سیاسی اتھل پتھل کے بعد چودھری محمد علی کے زمانہ کا دستور بھی منسوخ ہو گیا، ایوب خاں مرحوم کی بنیادی جمہوریت کی ناکامی اور ان کے زوال کے بعد اس نوآزاد ملک کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا، پاکستان سے بنگلہ دیش کی علیحدگی کے بعد ایسی مخلص قیادت اس ملک کو نصیب نہیں ہوئی جو ماضی کی غلطیوں کی تلافی کرتی اور اس ملک کی نظریاتی بنیاد پر از سر نو تعمیر و تشکیل کرتی۔ بلکہ بھٹو صاحب جیسے حکمران کے ہاتھوں یہ ملک اپنے مقصد قیام سے کوسوں دور چلا گیا ان کی حکومت نے ملک کے ہر شعبہ میں تباہی مچا رکھی تھی اور لوٹ کھسوٹ اس دور میں ایک محبوب مشغلہ بن چکی تھی، عدلیہ کے اختیارات، عوام کے جان و مال کا تحفظ، اخبارات کی آزادی ختم اور کرپٹ انتظامیہ کے بل بوتے پر مارچ کے الیکشن میں کامیابی کا منصوبہ بنایا گیا اور دھاندلی سے اسے پورا بھی کیا گیا۔ بھٹو صاحب کے ہتھکنڈوں سے مخالف جماعتیں باخبر تھیں، ان جماعتوں نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے سبق لے کر ایک متحدہ محاذ بنا لیا۔ نو جماعتوں کے اس متحدہ محاذ نے متفقہ طور پر نظام مصطفےٰ کے قیام کو اپنا اوّلین مقصد قرار دیا، الیکشن کی دھاندلیوں کے خلاف زبردست احتجاجی تحریک چلائی گئی، عوام نے بھرپور ساتھ دیا اور جان و مال کی دریغ قربانیاں پیش کیں بھٹو صاحب نے اپنا آسن ڈانواں ڈول دیکھ کر اور فوج کے دباؤ سے مجبور ہو کر حزب اختلاف سے مصالحتی گفت و شنید کا آغاز کیا لیکن بہت جلد ان کے خطرناک عزائم کا اندازہ فوج کو ہو گیا اور ۵ جولائی کو ملک میں چوتھی بار مارشل لا کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس مارشل لا کو غیر جانبدار مبصرین نے اپنی نوعیت کا منفرد مارشل کہا ہے جس کا عوام نے خیر مقدم کیا ہے۔

اس فوجی انقلاب کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے بار بار اپنے بیانات میں یہ بات کہی ہے کہ میرا اہم مقصد ملک میں عوامی نمائندوں کی حکومت قائم کرنا ہے ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو نئے انتخابات کے التوا کی معقول وجوہات انہوں نے پیش کی ہیں۔ ... کہ جب تک محاسبہ کا عمل ختم ہوگا انتخابات کرائے جائیں گے۔ کسی فوجی آمر کے اس قسم کے بیانات پر یقیناً شبہات پیدا ہو سکتے ہیں لیکن ۵ جولائی کے منفرد مارشل لا کا سربراہ بھی منفرد شخصیت کا مالک ہے جس کے کردار و عمل کے بارے میں پاکستان کے ایک ممتاز اہل قلم جناب ابراہیم انقادری لکھتے ہیں: "اب تک پاکستان میں "اسلام" کا نام ... — اسی ... کے ...

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

قرآن میں ارشاد باری ہے "والفجر و لیال عشر" قسم ہے فجر (کے وقت کی) اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی۔ (در منثور)

مفسرین نے دس راتوں کی تفسیر میں ذی الحجہ کی دس راتیں مراد لی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔ اس میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے (نفل) روزوں کے برابر اور ہر رات کا قیام (شب بیداری) لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی)

مسئلہ۔ حضرات فقہاء نے ان ایام کے روزوں کو مستحب اور شب بیداری کو مندوب فرمایا ہے۔ (نور الایضاح)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ زمانۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس عشرہ کا دن دس ہزار دنوں کے برابر ہے۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ہے کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک افضل ہے اس عشرہ (ذی الحجہ) سے اور نہ کسی دن میں عمل کرنا ان میں عمل کرنے سے افضل ہے پس (خصوصیت سے) کثرت رکھو ان میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی۔ کیونکہ یہ تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔ (بیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان دنوں (یعنی عشرہ ذی الحجہ میں) سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ ... کثرت سے پڑھا کرو۔ (طبرانی)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ افضل الدعاء یوم عرفہ کی دعا ہے اور افضل وہ ہے جو میں نے کہا اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی (اور وہ یہ ہے) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ (موطا)

اور حدیث ابو ہریرہؓ میں لہ الملک وله الحمد یحیی و یمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر بھی ہے۔ علامہ باجیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کے اعتبار سے بڑی اور قبولیت کے بہت قریب اور احتمال ہے کہ اس دن کے لئے خاص ہے اور احتمال یہ بھی ہے کہ حاجی کے لئے خاص ہے۔ (اوجز)

عرفہ کے دن کی فضیلت:

ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو عرفہ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دن ارکانِ حج کی معرفت ہوئی تھی یا اس وجہ سے کہ اسی دن آپ کو اس بات کی معرفت ہوئی تھی کہ ذبح اسمٰعیل کا حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ عرفہ کے دن کی شان اس سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار مشہور انبیاءؑ کا اکرام و اعزاز اس دن میں کیا۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اس دن میں قبول فرما کر ان کے سر پر عزت و کرامت کا تاج رکھا۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ کو اس دن (میں) اپنے کلام کا شرف عنایت کیا۔

۳۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ اسی دن میں اتار کر حضرت ابراہیمؑ کی توقیر کی (کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ فدیہ لے کر منیٰ میں ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کی جگہ میں آئے اور اس کو ذبح کیا اسی لئے اس دن کا نام یوم النحر رکھا گیا۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور اکمالِ دین سے اسی دن میں اکرام کیا۔ (البصائر فی تذکیر العشائر)

اس دن میں روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہوئی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ گذشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ عرفہ کا روزہ ہزار روزوں کے برابر ہے۔ (ترغیب)

نیز ارشاد فرمایا کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا، اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (ترغیب)

فائدہ۔ عرفہ کے روزہ میں فروع ائمۂ اربعہ اس کے مندوب ہونے میں متفق ہیں لیکن یہ حاجی کے علاوہ میں ہے۔ احناف کے یہاں عرفہ کا روزہ مستحب ہے، حاجی بھی رکھ سکتا ہے، بشرطیکہ روزہ کی وجہ سے حج کے ارکان میں خلل واقع نہ ہو اور اگر خلل واقع ہو تو ترک مستحب ہے۔ (اوجز)

اس دن کی فضیلت میں ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غزوۂ بدر کا دن مستثنیٰ ہے اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو۔ بہت راندہ ہو رہا ہے، بہت حقیر ہو رہا ہے، بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہے اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ عرفہ کے دن میں اللہ پاک کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

تکبیراتِ تشریق:

اس کی اصلیت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو لٹایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فدیہ لے کر جاؤ تو جبرئیلؑ اس ڈر سے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کر ڈالیں گے، اللہ اکبر اللہ اکبر پکارنے لگے حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ آواز سنی تو بشارت سمجھ کر پکار اٹھے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر حضرت اسمٰعیلؑ سمجھے کہ فدیہ آ گیا تو اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ (حاشیہ نور الایضاح)

مسئلہ: عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سے لے کر تیرہویں تاریخ کی عصر تک (یعنی ۲۳ نمازوں تک) مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، شہر ہو یا گاؤں، اس پر ایک مرتبہ سلام کے متصل اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد، کہنا ہر فرض نماز کے بعد واجب ہے۔ (نور الایضاح)

مسئلہ: فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والا اور تنہا نماز پڑھنے والا اس میں برابر ہے۔ اس طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے، البتہ عورت تکبیر آہستہ کہے۔

تنبیہ: اس تکبیر کا متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔ بہت سے آہستہ کہتے ہیں ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

مسئلہ: مسبوق پر بھی تکبیریں واجب ہوتی ہیں وہ اپنی نماز پوری ہونے کے بعد کہے۔

مسئلہ: اگر امام تکبیر کہنا بھول جاوے تو مقتدی فوراً کہیں، امام کا انتظار نہ کریں۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی کی تشریق کے ایام کی نماز قضا ہو گئی اور وہ تشریق ہی کے ایام میں اس کی قضا کرے تو تکبیر کہے۔ اور اگر کسی دوسرے ایام کی قضا نماز تشریق کے ایام میں قضا کرے تو تکبیر نہ کہے۔

مسئلہ: تکبیر تشریق نماز سے متصل کہے۔ اگر سلام پھیر کر بات کر لی یا مسجد سے نکل گیا یا زور سے ہنس پڑا یا وضو توڑ دیا تو تکبیریں ساقط ہو جاویں گی۔

مسئلہ: جس کی ایک رکعت یا زائد چلی جائے تو سلام کے بعد تکبیر کہے۔ (فضائل ایام والشہور)

عید الاضحیٰ کی رات:

یہ رات حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے انعام کی رات ہے، اس کی بہت قدر کرنی چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے اور عبادت میں مشغول رہے اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مر جاویں گے (یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے اس کا دل زندہ رہیگا۔ اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہے کہ اس کی روح بیہوش نہ ہو گی) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لئے) جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جاوے گی۔

۱۔ لیلۃ التروِیہ (۸ ذی الحجہ کی رات)
(۲) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) (۳) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب براءۃ یعنی ۱۵ شعبان کی رات، فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے:۔

ما ثبت بالسنہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پانچ راتیں دعا کی قبولیت کی ہیں، جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غرہ رجب (پہلی رجب) کی رات، نصف شعبان کی رات۔ (فضائل رمضان)

یہ رات جب کہ انعام کی رات ہے تو اس کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ مالک سے اپنے گناہوں کی معافی اور صلاح و فلاح کی درخواست خوب کرنی چاہئے، غیر مسلموں کے تہواروں کے دیکھا دیکھی مسلمان بھی ان راتوں میں بہت خرافات اور واہی تباہی میں پڑتے ہیں، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

عید: عید کا نام عید اس واسطے رکھا گیا کہ اس دن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکے بندے پر ہر طرح کے احسان ہوتے ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ ہر سال ایک تازہ اور نئی خوشی کے ساتھ عود کرتی ہے۔ ابو داؤد شریف و مشکوٰۃ کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل اہل مدینہ سالانہ دو عیدیں مناتے تھے۔ اور یہ دونوں عیدیں کسی بُت کے نام پر منعقد ہوتی تھیں۔ اس دن اہل مدینہ

(بقیہ صفحہ ... پر)

استعمال کیا جاتا رہا ہے، کتنے ہی ایسے "بڑے لوگ" ہیں جن کو نماز روزے سے واسطہ نہیں تھا، جو استطاعت ہوتے ہوئے فریضۂ حج ادا نہ کر سکے، جن کی سیرت و کردار اسلامی اخلاق اور پاکیزگی و تقویٰ سے ہم آہنگ نہیں تھے، ظاہر ہے جو اپنے جسم و ذات پر اسلام کو نافذ نہ کر سکے وہ ہزار ہا میل کی حدود میں اسلام کو کس طرح نافذ کر سکتے تھے، جنرل ضیاء الحق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں، سُنا ہے کہ وہ اشراق و تہجد سے بھی شغف رکھتے ہیں، ان کی زندگی صاف ستھری زندگی ہے اور اس پر ان کا ایمان ہے کہ پاکستان کی بقاء اور ترقی و استحکام کا دار و مدار صرف اسلام پر ہے، انہوں نے اپنی کسی تقریر میں اسلام کے سوا کسی "ازم" کا ذکر نہیں کیا، ان کی تقریریں ریڈیو اور ٹیلیویژن سے سنتے ہوئے ایسا محسوس ہوا ہے کہ الفاظ اور آواز کے ساتھ مقرر کا دل بھی شریک ہے، جنرل ضیاء نے ابتک جو اقدامات کئے ہیں وہ اسلام اور ملک و ملت کے لئے مفید ہیں، پاکستان کی تطہیر اور اصلاح کا فرض وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو اپنی ذات سے مرد مومن ہو، اور قیام معروف اور نہی عن المنکر کی طاقت بھی اسے حاصل ہو"

اس اقتباس سے پاکستان کے مارشل لاء منتظم جنرل ضیاء الحق کی جو تصویر اُبھرتی ہے، ان کے جذبات و عزائم کا جس طرح اظہار ہوتا ہے وہ پاکستان کی اسلام پسند جماعتوں کے لئے حوصلہ افزا ہونا چاہئے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جلد از جلد انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ سوشلزم کی داعی بھٹو کی پیپلز پارٹی کے ساتھ نظام مصطفےٰ کے علمبردار متحدہ محاذ کے لیڈر بھی کر رہے ہیں۔ گویا ان کا مقصود معاشرے کی تطہیر، اسلامی شریعت کا نفاذ اور اعلائے کلمۃ اللہ نہیں تھا بلکہ ساری دوڑ دھوپ نام نہاد جمہوریت اور حق بالغ رائے دہی کے لئے تھی،

نام نہاد جمہوریت ہم نے قصداً لکھا ہے کیونکہ بقول اقبال ؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بے جمہوری نظام میں متحدہ محاذ اور نظام مصطفےٰ کے علمبرداروں کی غیر معمولی کامیابی کہاں تک یقینی تھی اس میں شبہ ہے، جب کہ پاکستان کے عوام اور معاشرے کا شعور ہنوز اس قدر غیر پختہ ہے کہ وہ دوست اور دشمن، مسیحا اور قاتل اور راہبر و راہزن میں کوئی امتیاز نہیں کرتے، اقتدار سے بیدخل کئے جانے کے باوجود بھٹو صاحب کا استقبال اور ان کی گرفتاری کے بعد بیگم بھٹو اور بنت بھٹو کے جلسوں میں ہزاروں کی تعداد میں شرکت، سوشلسٹ عنصر، غیر مسلم اقلیتیں، قادیانی اور منکرین حدیث کے گروہ، فلم انڈسٹری سے وابستہ اور اس کے شوق میں مبتلا لاکھوں افراد بار روم اور بال روم کے ہزاروں رسیا، دینی شعائر کی پامالی پر مُصر لاکھوں انسان، اور ایک سازش کے تحت فسق و بے راہ روی کرپشن اور غنڈہ گردی کا نشو و نما، ان سب کا وزن کس کے پلڑے میں جاتا۔؟

فرض کیجئے کہ متحدہ محاذ ہی برسر اقتدار آتا تو کیا اس ہنگامے اور انتشار، ایجی ٹیشن اور احتجاج کی فضا میں کچھ کر پاتا جس کا منصوبہ پیپلز پارٹی نے بنا لیا تھا۔؟

محاسبہ کا اعلان اور مجرموں کو سزا دینے کے عزائم کا اظہار سیاسی جلسوں میں تو آسان ہے لیکن متحدہ محاذ برسر اقتدار آنے کے بعد یہ عمل سکون و اطمینان سے جاری رکھ سکتا۔؟ جب کہ مارشل لاء کے زمانہ میں بھٹو صاحب کے ہمنوا کوڑوں کی مار اور طویل المیعاد جیل کی سزا بھگت کر احتجاج کر رہے ہیں۔

ہمیں تو یہ اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ عوامی احتجاج اور انتظامیہ سے ساز باز کر کے بھٹو صاحب متحدہ محاذ کی حکومت کو ناکام بنا دیتے، ان میں پھوٹ ڈال دیتے اور وقت سے پہلے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیتے۔

یہ تنہا ہمارا اندیشہ نہیں بلکہ پاکستان کے حالات کے قریبی مشاہد نے اپنے درج ذیل اقتباس میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے، "انتخابات کی مدت بڑھانے کے سلسلے میں ہم نے بعض حضرات سے گفتگو کی تو انہوں نے بعض اندیشوں کا مجملاً ذکر کیا، یہ ہماری سوجھ بوجھ کا نقص ہے کہ ان کے اندیشے ہماری فہم سے بالاتر ہی رہے، سیاست کے معاملے میں ہم اپنی ناتجربہ کاری کا اعتراف کرتے ہیں، عوام اور قومی اتحاد کا انتخابات کی مدت کے بارے میں جو فیصلہ ہوگا اس کو ماننا ہی پڑے گا، اس سلسلے میں صرف اتنا ہی عرض ہے کہ پاکستان کا نظم و نسق قومی اتحاد کے ہاتھ میں آنے کے بعد اگر مجرموں کے احتساب میں دشواریاں پیش آئیں اور بھٹو کے دور حکومت کے خائن و بدکردار عہدہ داروں نے حکومت کی مشنری میں رکاوٹیں پیدا کیں تو پھر عوام کی زبان سے یہی نکلے گا کہ کاش حصول اقتدار کے لئے اتنی عجلت نہ کی جاتی۔ یہی وہ نازک مقامات ہیں جہاں تقدیر کے مقابلے میں تدبیر کی نہیں چلتی، تقدیر کے نوشتہ کو کوئی نہیں بدل سکتا"

ہمیں نہیں معلوم کہ ایک "خوگر حمد" کا یہ مخلصانہ مشورہ پاکستان کے اسلام پسندوں کی بارگاہ میں لائق التفات بھی سمجھا گیا یا نہیں؟

نظام مصطفےٰ کے داعیوں سے ہمارا یہ مطالبہ نہیں کہ وہ جنرل ضیاء الحق کی تعریف و توصیف اور قصیدہ خوانی کا شغل ان "فرصت کے لمحات" میں اختیار کریں، اگر جنرل ضیاء الحق کی ہمت افزائی اور ہمنوائی سیاسی مصلحت کے خلاف ہو (اگرچہ یہ عین دینی مصلحت ہے) تو کم از کم متحدہ محاذ کے رہنماؤں سے یہ توقع تھی کہ وہ الیکشن کی ہنگامہ آرائی کے تعطل کے بعد اصلاح معاشرہ کی اہم مہم شروع کر دیں گے، کیونکہ نظام مصطفےٰ کے درخت کو بار آور کرنے کے لئے زمین تیار کرنا ایک بنیادی تقاضہ ہے، افسوس ہے کہ اس طرف گذشتہ ۳۰ سال سے کما حقہ توجہ نہیں کی گئی، عوام کی تربیت اور ان کے ذہن و عمل، فکر و کردار میں اسلامی نظام حیات کو قبول کرنے اور اسے کامیاب بنانے کی صلاحیت و استعداد پیدا کرنا پاکستان کی اساسی ضرورت ہے اس طرف سے غفلت ریت پر دیوار کھڑی کرنے کے مرادف ہوگا۔ خدانخواستہ ایک ملک میں یہ تجربہ ناکام ہو گیا تو پھر دین کے داعیوں اور اسلامی نظام کے حامیوں کی ہمت پست ہو جائے گی۔

ایک ایسی جمہوری حکومت جو اسلام کے سلسلے میں مخلص ہے، عوام کی دینی تربیت اور معاشرے کی تطہیر کو اوّلین اہمیت دیتی ہے اگر سیاسی سرگرمیوں پر ایک محدود عرصہ کے لئے پابندی لگا دے تو اسے تعمیری جد و جہد اور تربیتی پروگرام کے لئے ایک سنہرا موقع کہا جا سکتا ہے، سیاسی ہنگامہ آرائی میں تعمیر و تربیت کا کام بحسن و خوبی ممکن نہیں۔

خدا کرے کہ پاکستان کا دیندار عنصر اس موقع سے صحیح فائدہ اٹھائے۔ اگر دین پسند جماعتوں نے پاکستان کے رائے عامہ کو سنجیدگی سے اسلام کے حق میں ہموار اور اس پر عمل کے جذبے سے سرشار نہیں کیا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ ان کی حیثیت "ویٹنگ روم" اور "زینے" کی نہ بن جائے، جس کے ذریعہ غیر دینی عنصر اقتدار کی کرسی پر براجمان ہو جائے۔ پاکستان کے اسلام پسند ماضی قریب میں اس تلخ تجربے سے گذر چکے ہیں، ایوب خاں مرحوم کے دور میں حق بالغ رائے دہی اور جمہوریت کے نفاذ کے لئے قربانیاں یہ دیتے رہے اور اس کا فائدہ بھٹو اور مجیب الرحمٰن نے اٹھایا۔

کاش! حق بالغ رائے دہی کے بجائے پاکستان کے عوام کے ذہنی بلوغ اور دینی تربیت میں یہ توانائی صرف کی جاتی۔

ہم نے اپنے اداریے کا آغاز تین واقعات سے کیا تھا، پاکستان متحدہ محاذ اگر اسلام کے سلسلے میں مخلص ہے، اسے اسلام کی سربلندی، شریعت کا نفاذ اور معاشرے کی تطہیر مقصود ہے، اقتدار اور کرسی، جمہوریت اور انتخابات کو وہ صرف ذریعہ سمجھتا ہے مقصد نہیں قرار دیتا تو اسے حضرت خالدؓ کی معزولی کے بعد جوش و جذبے، ملک شاہ سلجوقی کی اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے دشمن کے لئے دعا، اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے پشاور کو فتح کر کے اس کی واپسی کے عمل پر غور کرنا چاہئے، کیونکہ ان واقعات میں بڑا سبق ہے۔

مولانا سید یوسف بنوری کی وفات

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید اور ان کے علوم کے وارث و امین مولانا سید یوسف بنوریؒ نے راولپنڈی میں داعی اجل کو لبیک کہا جہاں وہ پاکستان کے عبوری حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الحق کی قائم کردہ اسلامی مشاورتی کونسل کی میٹنگ میں شرکت فرمانے تشریف لے گئے تھے، مولانا بنوریؒ کی پوری زندگی علم اور دین کی خدمت میں گذری اور موت بھی اسی راہ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا بنوری کا حادثۂ وفات علمی دنیا کا زبردست حادثہ اور دینی حلقوں کا ناقابل تلافی نقصان ہے، مولانا بنوریؒ ۱۹۴۹ء میں پاکستان منتقل ہوئے، کراچی میں انہوں نے ایک دار العلوم قائم کیا جس نے اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر منفرد حیثیت حاصل کر لی۔ پاکستان کے علمی اور دینی حلقوں میں مرحوم کو ممتاز مقام حاصل تھا، ۱۹۷۴ء میں تمام دینی جماعتوں نے متفقہ طور پر تحریک ختم نبوت کا صدر انہیں منتخب کیا تھا اور انہی کی سربراہی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں کامیابی ہوئی تھی۔

کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم تھے، ترمذی شریف کی شرح کا سلسلہ جاری تھا جس کی ۶ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو اسلامی کتب خانوں میں ایک گرانقدر اضافہ ہو جاتا، ایک وقیع علمی اور دینی رسالہ "بینات" (کراچی) مرحوم کی سرپرستی میں نکلتا رہا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے جلسۂ تعزیت میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانی نے جس درد و اثر میں مرحوم کی زندگی اور ان کی علمی اور دینی خدمات پر روشنی ڈالی اس سے ان حضرات کے قلبی تعلق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

"میں امریکہ کے صدر مقام اور وہائٹ ہاؤس کے پڑوس میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ امریکہ کو آج نبوت کی دی ہوئی تعلیمات کی ضرورت ہے"

۲۵ جون ۱۹۷۷ء کو اسلامک سنٹر واشنگٹن میں کی ہوئی مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی تقریر کا مکمل متن جسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے سید مشتاق علی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء نے نقل کیا۔ واشنگٹن کا یہ سفر سید مظہر حسین صاحب کی دعوت و معیت میں ہوا تھا، اور انہیں نے سامعین سے مولانا موصوف کا تعارف کرایا تھا۔

میرے عزیز و معزز بھائیو اور عزیز بہنو!

مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آپ کے درمیان اس وقت واشنگٹن شہر میں ہوں جس کا اس وقت پوری دنیا کے تہذیب و تمدن، رجحانات، فیصلوں اور طریقۂ کار پر اثر پڑ رہا ہے ہم اس صورت حال کو پسند کریں یا ناپسند کریں یہ ایک واقعہ ہے۔

یہاں کس چیز کی کمی ہے: یہ مقام اس نے کس طرح حاصل کیا اور اس میں امریکی قوم کی قابلیت، جد و جہد، ذہنی صلاحیت، تنظیم، اشتراک عمل، باہمی اعتماد اور اس کی سائنسی صنعتی اور تجرباتی ترقیات کا کتنا بڑا حصہ ہے اور ہمارے کوتاہیوں کا کتنا دخل ہے یہ ایک تاریخی بحث ہے جس کا یہ موقع نہیں، مصنفوں، مؤرخوں اور موجودہ دنیا کا جائزہ لینے والوں نے اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اس پر بحث کی ہے اور اس کا تجزیہ کیا ہے۔

یہ ملک مادی حیثیت سے دنیا کی جنت بنا ہوا ہے اور معاف کیجئے یہی کشش آپ کو محبوب وطنوں سے ہندوستان و پاکستان مصر و شام اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہاں کھینچ کر لائی ہے۔ اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے جہاں مقناطیس ہوتا ہے وہاں لوہے کے ٹکڑے، ذرے کھنچ کر پہونچتے ہیں، جہاں دریا ہوتا ہے وہاں پیاسے جمع ہوتے ہیں، جہاں باغ ہوتا ہے وہاں خوشہ چینی کرنیوالے پہونچ ہی جاتے ہیں۔ میں دیکھتا رہا اور دیکھتا چلا گیا ایک سرے سے دوسرے تک ایک متوسط درجہ کے انسان کی حیثیت سے بھی اور قرآن اور تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے بھی میں نے یہاں جو کمی پائی وہ اس چیز کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے جو ابھی پڑھی گئی ہیں۔

خدا ان قاری صاحب کو جنھوں نے سورۂ کہف کی آیتیں پڑھی ہیں جزائے خیر دے اور ان کی عمر میں برکت دے کہ انہوں نے حقائق کی ایک دنیا آنکھوں کے سامنے کر دی اور کم سے کم میری بہت مدد کی ہیں سر چہ ... آپ کے سامنے میں کیا کہوں کہنے کی باتیں تو بہت ہیں آدمی کے لئے انتخاب کچھ مشکل ہوتا ہے۔ امریکہ میں آپ کو کیا پیغام دوں آپ مجھ سے کیا چیز سننے کے مشتاق ہوں گے؟ کہ اچانک قرآن نے دستگیری کی جو ہمیشہ کرتا رہا ہے اور کرتا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ میرے سامنے اس دور حاضر کی جو مادی ترقی کے نقطۂ عروج تک پہونچ گیا ہے اس کی تفصیل ان آیتوں میں کی گئی ہے "کلتا الجنتین آتت اکلها ولم تظلم منه شیئا وفجرنا خلالهما نهرا وکان له ثمر فقال لصاحبه وهو یحاوره انا اکثر منک مالا واعز نفرا" دونوں باغ کثرت سے پھل لاتے اور اس کی پیداوار میں کسی طرح کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی، اور اس طرح اس شخص کو انکی پیداوار ملتی رہتی تھی تو ایک دن جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے اور جماعت کے لحاظ سے بھی عزت والا ہوں۔

امریکہ کی تصویر اس سے بہتر کیا کھینچی جا سکتی ہے۔ جنتین آپ شمالی اور جنوبی امریکہ کو لے لیجئے یا مشرق و مغرب کو لے لیجئے، جنتین من اعناب یہاں کس چیز کی کمی ہے یہاں کون سا میوہ نایاب ہے یہاں کس چیز کا فقدان ہے خدا کی دی ہوئی ساری نعمتیں موجود ہیں لیکن یہاں کس چیز کی کمی ہے؟ اس چیز کی کمی جس کی طرف ایک صاحب ایمان، صاحب بصیرت دوست نے متوجہ کیا۔ ولولا اذ دخلت جنتک قلت ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (اور بھلا، جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا؟) حضرت ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کی یہاں کمی ہے یہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ وہ چیز ہے جو مٹی کو سونا بنا دے۔ یہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ وہ چیز ہے جو مادیت کو اصلی دہریت کی عبادت بنا دے۔ یہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ وہ چیز ہے جو نفس انسانی کے سرکش گھوڑے کو اس طرح رام کرتا ہے کہ وہ مطیع و فرمانبردار مرکب اور منزل مقصود تک لے جانے والی ایک مبارک سواری ہوتی ہے۔ یہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ شاہ کلید ہے جب قفل پر آپ رکھدیں اس کو یہ کھولدیگا اس مغربی دنیا میں اس مادی دنیا میں عیسائی مذہب مسیحیت میں جس چیز کی کمی ہے وہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کی کمی ہے۔ سننے میں تو چند لفظ ہیں اور اپنی زندگی میں بار بار استعمال کرتے ہیں ماشاء اللہ آپ کب تشریف لائے، ماشاء اللہ آپ نے یہ سرٹ کب بنوایا آپ کے لڑکے نے کب گریجویشن کیا، ماشاء اللہ یہ کار آپ نے کب خریدی، ماشاء اللہ یہ مکان آپ نے کب بنوایا۔

ماشاء اللہ کے اندر بلاغت کے جو دریا بہہ رہے ہیں اور جو ساری زندگی کو حاوی ہے اور اس کے اندر مادیت کو، غرور کو اور اپنی طرف نسبت کرنے والے دھوکے کو یعنی انسان کو جو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ میں نے کیا ہے اس کو دبانے اور مغلوب کرنے کی جو عجیب و غریب طاقت ہے اس کا ہم کو اور آپ کو احساس نہیں رہا اس لئے کہ ہم اس کو موقع بے موقع استعمال کرتے ہیں۔ اور اتنے مواقع پر پڑھتے ہیں کہ ہمیں اس کی عظمت اور اس کے اعجاز کا احساس نہیں رہا۔ ماشاء اللہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہے جو کچھ ہو رہا ہے خدا کے ارادے اور قدرت سے ہو رہا ہے اس میں انسان کا کوئی کمال نہیں، اس میں انسان کی کوئی تعریف نہیں "الحمد للہ رب العلمین" میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے اور "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون" میں جو بات کہی گئی ہے "ان اللہ رفیع السموات" میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ میں سمٹ کر آ گئی ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے اور لاقوۃ الا باللہ، اللہ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں۔

اگر آج مجھ سے کوئی پوچھے کہ امریکہ میں سب کچھ موجود ہے خدا نے اپنے خزانوں سے اس کو مالا مال کر دیا ہے "اسبغ علیه نعمه ظاهرة وباطنة" کا مصداق یاتی رزقها من کل مکان۔

اس بستی کی مثال ہے کہ اس کا رزق ہر جگہ سے آتا تھا، ہر جگہ سے اس کا رزق اُمڈا چلا آتا تھا، روزی کے بادل موسلا دھار بارش کی طرح برستے تھے۔ آج امریکہ کا حال یہ ہے لیکن اگر پوچھا جائے کہ امریکہ دنیا کو امن و سکون کا پیغام کیوں نہیں دے رہا ہے، کیوں آخر دنیا کو ہدایت کا پیغام کیوں نہیں دے رہا ہے، وہ مادی تعاون کرتا ہے احسانات کرتا ہے لیکن ...

امریکہ کا کوئی مخلص دوست نہیں:

آج امریکہ ساری دنیا کا محسن بنا ہوا ہے بہت سے لوگوں کے لئے (معاذ اللہ) یہ ناخدا کا درجہ رکھتا ہے، لیکن آج کتنے ملک ہیں جو امریکہ کے ذریعہ پلتے ہیں جو اس کے روپے اور اس کی امداد پر پسماندہ سے ترقی یافتہ کہلانے لگے ہیں زرخیز پذیر ملکوں کی امریکہ مدد کر رہا ہے لیکن احسان کی یہ قومیں اور ملک ممنون کیوں نہیں ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں امریکہ غلہ بھی دیتا ہے مشینری بھی دیتا ہے فوجی امداد بھی دیتا ہے، کتنے ملک ہیں جو امریکہ کی مدد سے اپنے قیم اپنے دشمن سے محفوظ ہیں لیکن اس [illegible]

"یورپ و امریکہ جیسے حوصلہ مند ملکوں اور قوموں کو اسلام کی ضرورت تھی ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے یہ پیغام نہیں پہونچایا"

وسائل زندگی اور مادّی ترقی کیساتھ خدا کے سامنے اپنی محتاجیت کا اظہار اور نعمتوں پر تشکر کے اضافہ کی ضرورت ہے اور امریکہ کو یہ سبق صرف مسلمان ہی دے سکتے ہیں

کوئی امریکہ کے گیت نہیں گا رہا ہے، جب موقع ملتا ہے امریکہ پر تنقید کرتے ہیں امریکہ کے خلاف مضامین لکھتے ہیں، کتابیں لکھتے ہیں امریکہ سے بیزار ہیں کوئی امریکہ کا دلی دوست نہیں — میں واشنگٹن میں آج وہائٹ ہاؤس کے دیوار کے سائے میں بیٹھ کر یہ اعلان کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں اور خدا کی بارگاہ میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ توفیق دی کہ میں یہ حقیقت وہائٹ ہاؤس کے پہلو میں بیٹھ کر بیان کروں کہ آج امریکہ کا کوئی دوست نہیں کوئی مخلص نہیں۔

کیا امریکہ کے عقلاء، فلسفیوں اور دانشوروں کے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جو پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں جنھوں نے ملکوں کی جھولی بھر دی اور سچی بات تو یہ ہے کہ بڑی فیاضی کے ساتھ بڑی فراخدلی بلکہ دریا دلی کے ساتھ لیکن کیا بات ہے کہ آج یہ ملک امریکہ کے ممنون نہیں ہوتے یہ امریکہ کے سچے دوست نہیں جب ان کو موقع ملتا ہے کبھی یہ مشرقی بلاک کی طرف پھسل جاتے ہیں کبھی امریکہ کی بالادستی وخیالات سے بغاوت کرتے ہیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو وہ امریکہ سے زیادہ خوش نہیں امریکہ کی محبت ان کے دلوں کے اندر پیوست نہیں وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ خلوص نہیں امریکہ سب کچھ دیتا ہے لیکن دیتا ہے خود موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے قوموں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ اس کے اندر کار فرما ہے۔

سوچنے کی بات ہے آپ پڑھے لکھے مختلف یونیورسٹیوں کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے تحقیق کا کام کرنیوالے علمی ادبی کام کرنے والے آپ امریکہ میں رہتے ہیں آپ کی نظر وسیع ہے آپ یہاں بیٹھ کر ساری دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں آپ غور کیجئے کیا بات ہے امریکہ جن قوموں کا ساتھ دے رہا ہے اسکے جواب میں اس کو کیا ملتا ہے؟

اس کے جواب میں تصنع ملتا ہے، دنیا سازی ...... اور نفاق مل رہا ہے، آج امریکہ پر کوئی برا وقت آئے تو کیا کوئی ہمدردی کرے گا؟ کوئی چار آنسو بہائے گا؟ میں سمجھتا ہوں کوئی نہیں سب انتظار کر رہے ہیں اس کی تباہی کا اس کے زوال کا۔

پیغمبروں نے انسان دوستی کا تحفہ دیا:

خدا کے پیغمبروں نے محبت کی انسانیت پر انہوں نے ایمان کا تحفہ دیا، خلوص کا تحفہ دیا، صداقت کا تحفہ دیا، مساوات انسانی کا سبق پڑھایا، اخوت بنی آدم کا سبق دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ قومیں ان کی غلام بن گئیں، ان قوموں نے اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی دو دو چار چار ہزار سال کی تہذیبوں کو انہوں نے طلاق دی اور انہوں نے عربوں کی بلکہ عرب مسلمانوں کی حکومت قبول کی ان کی زبان بھی قبول کی، آج انگریزی کے خلاف ہمارے مشرقی ملکوں میں ایک تحریک جاری ہے، سائن بورڈ سے انگریزی کھرچی جا رہی ہے لیکن آج تک عربی زبان ختم کرنے کی کوئی تحریک عالم عربی میں نہیں اٹھی، حقیقت یہ ہے کہ عربی اسلامی تہذیب کے خلاف عربی اسلامی ثقافت کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کوئی ردعمل نہیں لیکن شاید دنیا کے کونے کونے میں مغربی تہذیب کے خلاف ردعمل پایا جاتا ہے، وہ دن دور نہیں جب سب اس کو جھٹک دیں گے اور مشرقی تہذیب یا اپنی ملکی تہذیب کو زندہ کریں گے۔

امریکہ میں سب کچھ ہے لیکن کتاب الٰہی کی طرف توجہ نہیں اور یہ سمجھ کر یہ کارخانہ خدا چلا رہا ہے، اور ہم نے یہ جو کچھ کیا ہے خدا نے کیا ہے اور ہم کو یہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق صرف کرنا چاہیے اور ہم کو یہ سب کچھ اس کی بندگی میں صرف کرنا چاہیے اور ہم خدا کے غلام ہیں، ملک میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو اسی چیز کی کمی ہے۔

جنتین من اعناب تو ہیں لیکن ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہیں لیکن جنت ارضی کا مالک وہی ہو سکتا ہے جس کی نشاندہی قرآن نے کی مثل الرجلین میں سے احد الرجلین جو ہے وہ خالص مادہ پرست ہے باغی ہے، خدا کا ناشکرا ہے مادہ پرست اور خود پرست ہے دوسرا انسان مومن ہے وہ گو کہ غریب ہے اس کے پاس جنتین من اعناب نہیں ہے وہ باغات سے محروم ہے لیکن وہ مومن ہے خدا نے اس کو ایمان کی دولت دی ہے۔

"کلتا الجنتین آتت أکلها" دونوں باغوں نے کوئی کمی نہیں کی، جیسے کوئی چیز ابل جاتی ہے دونوں باغ ابل پڑے جیسے چشمے ابلتے ہیں ان کے اندر کی طاقتیں اور شادابی ابل پڑی اس میں کوئی کمی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اب دوسرے بھائی کی باری آتی ہے۔ کہتا ہے یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اس میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کا اضافہ کر لیا جائے "ولولا اذ دخلت جنتک قلت ماشاء اللہ" جب تم نے اپنے باغ میں قدم رکھا تھا تو کہتے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ جب کوئی بات بنتی۔

اگر امریکہ ایمانی ذہن رکھتا:

امریکہ یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، کیوں نہیں کہہ رہا ہے اس کی تفصیل طویل بھی ہے دلخراش بھی ہے اور ہمارے اور آپ کے لئے شرمناک بھی۔ طویل اس لئے ہے کہ یہ صدیوں پر مبنی ہے۔ دلخراش اس لئے ہے کہ آج یہاں اس کی کمی نہ ہوتی اگر امریکہ کے دامن میں ایمان بھی ہوتا اگر آج امریکہ ایمانی ذہن بھی رکھتا ہوتا آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی آج جنگ کے بادل ہمارے سروں پر نہیں منڈلاتے۔ ایٹمی توانائی سے اندیشہ نہ ہوتا۔ دردناک اس لئے کہ مسلمانوں نے اس ملک کو اسلام کا پیغام دینے میں کوتاہی کی خدا نے بہت موقع دیا تھا مسلمان قومیں یہاں آئیں، جب یہ ملک بن رہا تھا ایک نوخیز بچہ کی طرح سر اٹھا رہا تھا اس وقت نظر آ رہا تھا کہ یہ بچہ کتنا ہونہار ہے، اس وقت ہمارے مسلم ممالک سو رہے تھے، خواب خرگوش میں مبتلا تھے اس سے پہلے بھی اصل موقع کھو دیا گیا جب اسپین موجود تھا، اسپین یورپ میں تھا اس وقت بجائے الحمراء اور قصر الزہراء بنانے کے اور بجائے بڑی بڑی عمارتیں اور شاندار مسجدیں بنانے کے اسلام کا پیغام یورپ کے دل و جگر میں داخل کرنے کی کوشش کی ہوتی، اسلام کے مبلغ اور داعی سارے یورپ کا چکر لگاتے اور جائزہ لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ داستان شرمناک بھی ہے۔ بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہوا اب اس ملک میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو یہ کہ اس کا رشتہ نبوت سے قائم کیا جائے افسوس کہ مسیحیت اس فرض کی تکمیل سے قاصر ہے!

مسیحیت صدیوں پہلے اس فرض کے انجام دینے سے قاصر ہو چکی تھی اگر آپ مسیحیت کی تاریخ پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ مسیحیت نے یا تو انتہا پسندی کی کہ رہبانیت سے کم کسی چیز پر راضی نہیں تھی، یا اس کے اندر غلط معقولات کا ایسا مادہ تھا کہ وہ علم و تحقیق کے رواں دواں قافلے کا راستہ روک کر کھڑا ہوتا، اس کی منزل کھوٹی کرتا، اس کے درپے آزار ہو جانا ضروری سمجھتی تھی مسیحیت اس ملک کو راہ پر لگانے کے لئے کسی طرح موزوں نہیں تھی۔ مسیحیت میں وہ طاقت نہیں کہ امریکہ اور یورپ کے نئے عزم و حوصلے سے بھرپور پرجوش سرگرم انسان کو اعتدال کی راہ دکھائے اس کو جامعیت کی راہ دکھائے وہ کہے "اہدنا الصراط المستقیم" وہ کہے "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة" یہ تعلیم دینا مسیحیت کا کام نہیں۔ مسیحیت "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة" کو بڑی چیز سمجھتی ہے لیکن "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة" کی تعلیم دینا آپکے اسلاف کا کام تھا۔ یہ آج ہمارا کام ہے کہ اسلام کا ایسا متوازن ایسا جامع تخیل ان کے سامنے پیش کریں کہ یہ سمجھیں کہ اسلام ہی ان کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر امریکہ کا اسلام کے ذریعہ نبوت سے آسمانی تعلیمات سے، دینی اقدار سے، اسلامی اقدار سے رشتہ قائم ہو جائے تو آج ساری دنیا پر رحمتوں کے دروازے کھل جائیں۔ آج دنیا کی قسمت بدل جائے تقدیر بدل جائے، جنگوں کے بادل چھٹ جائیں، دلوں سے نفرت دور ہو جائے، انسان انسان کا شکاری نہ رہے انسان انسان بن جائے، انسان صرف شیطان کا دشمن اور انسان کا دوست بن جائے، یہ اسلام ہی کر سکتا ہے۔ اور جب کبھی بھی اس ملک میں یہ بات ہوگی اسلام ہی کے ذریعہ ہوگی۔

عیسائیت صدیوں پہلے جب وہ فلسطین کی سرزمین سے نکلی تھی اور اس نے رومن امپائر میں قدم رکھا اسی وقت سے اس نے اپنی شخصیت کھو دی، مجھے بڑی خوشی ہے کہ عیسائیت کے سب سے بڑے مرکز میں مجھے یہ کہنے کی جرأت ہو رہی ہے کہ موجودہ عیسائیت اس نبی معصوم کا مذہب نہیں جو اللہ کا پیغام لے کر آیا تھا اور امن و محبت کا پیغام دیتا تھا بلکہ موجودہ عیسائیت سینٹ پال کی پیدا کی ہوئی ہے یہ اس کی ذہانت کا نتیجہ ہے یہ سینٹ پال کی مسیحیت ہے اور قرون وسطیٰ کی مسیحیت ہے، وہ مسیحیت ایسے ابلتے ہوئے دوڑتے ہوئے اور بے چین و بیتاب تہذیب اور نسل کی رہنمائی کرنے سے قاصر تھی، نہ اس میں جامعیت کا پیغام ہے اور نہ اس میں وہ اخلاق کی طاقت ہے جو اس کو روک سکے۔

میرا یہ طویل سفر واشنگٹن سے شروع ہوا اور واشنگٹن پر ختم ہو رہا ہے، یہ اچھا ہوا کہ میں نے جو کچھ یہاں دیکھا اور سیکھا آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔

امریکہ سے دنیا کو اس وقت اس کی صنعت مل رہی ہے، مشینری مل رہی ہے سائنس مل رہا ہے، کمپیوٹر مل رہا ہے لیکن کمپیوٹر سے زیادہ اس انسانی دماغ کی ضرورت ہے جس میں خدا کا خوف بیٹھا ہو۔

امریکہ کی مادی ترقیات کو حاسب نہیں محسوب بنایا جائے، اس کو راکب نہیں مرکب بنایا جائے، اس کو آمر نہیں مامور بنایا جائے، اس کو مقصد نہیں بلکہ وسیلہ بنایا جائے ہمارا بس اتنا ہی کہنا ہے کہ یہ سب تم کو مبارک ہو، اے امریکہ

کے رہنے والو! اے امریکہ کے ذریعہ، وہائٹ ہاؤس کے ذریعہ ساری دنیا پر حکومت کرنے والو! یہ سب تم کو مبارک ہو، ہم اس کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس میں "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" کا اضافہ کرو اس سب کو خدا کی مرضی کے تابع بنا دو۔ اس سب کو خدا کے احکام کے تابع کر دو۔ اس سب کو انسانی تعمیر، اخوت انسانی اور انسانی فرض اور انسانی مساوات کے نفوذ اور دنیا پر اسے جاری کرنے کے لئے استعمال کرو، یہاں امیر و غریب کا تفاوت نہ ہو حاکم و محکوم کا امتیاز نہ ہو۔ یہاں مشرقی مغربی کا فرق نہ ہو۔ ایسی دو لخت دنیا کی تعمیر میں صرف کرو اگر ایسا کرو گے تو اپنے حق میں بھی اچھا کرو گے کیونکہ اس کے بغیر یہ تہذیب قابل اعتبار نہیں، سن لیجئے آج میں واشنگٹن میں بیٹھ کر اور اس وہائٹ ہاؤس کے چند گز یا چند فرلانگ کے فاصلہ پر یہ کہہ رہا ہوں اس تہذیب کی زندگی عارضی ہے، یہ تہذیب ہمیشہ باقی رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔ ع

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

آج اس سائنس کی بیتاب بجلیاں کوند رہی ہیں اور کچھ خبر نہیں کس وقت کس آشیانہ پر گر جائیں۔

اسلام کا پیغام پہونچایئے:

بس میں ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ آپ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے آپ کو دنیا میں وہ جامعیت عطا فرمائی ہے کہ آپ دنیا کی بھی قدر و قیمت سمجھتے ہیں کہ دنیا عبوری دور ہے اور آخرت کو اپنی آخری منزل سمجھتے ہوئے، "تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین" آپ خوش نصیب ہیں۔

آپ اس خوش نصیبی پر فخر کیجئے اور خدا کا شکر ادا کیجئے اور کوشش کیجئے کہ آپ جہاں تک بھی یہ پیغام پہونچا سکیں پہونچائیں اور یہ پیغام آپ ہی پہونچا سکتے ہیں۔

صرف مسلمان ہی ہے جو اس پیغام کو پہونچا سکتا ہے اس لئے آپ جہاں تک ہو سکے اس پیغام کو پہونچایئے۔

داعی کا ایک مقام ہوتا ہے داعی کے اندر ایک تڑپ ہوتی ہے وہ اپنے فقر و فاقہ کو نہیں دیکھتا۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ایک مسلمان بھائی کی محبت میں تشریف لائے اور بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ آپ نے بات سنی، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور آپ کی آئندہ نسل بھی مسلمان رہے، "ولا تموتن الا وانتم مسلمون" پر عمل رہے، آپ جب تک اس دنیا میں ہیں خدا کے سامنے سر جھکاتے رہیں نمازوں کے پابند رہیں کلمہ کے آپ حلقہ بگوش ہوں، جب آپ اس دنیا سے جائیں تو اس حالت میں کہ آپ کے دل کے اندر پورا ایمان ہو اور آپ کی زبان پر کلمہ شہادت ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا!
لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

بقیہ صفحہ ۲

بڑی خوشی مناتے تھے، عمدہ عمدہ کھانا پکا کر دوستوں کو دعوت دیتے تھے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ان کو عید مناتے دیکھا تو فرمایا کہ بجائے بتوں کے نام پر عید کے میں تمہارے لئے سال میں ایسے دن مقرر کر دیتا ہوں جن میں تم اس سے بہتر خوشی منا سکتے ہو۔ چونکہ اب تم مسلمان ہو گئے۔ اس لئے جاہلیت کے رسوم اور بتوں کی یادوں کو چھوڑ دو۔ اور ان کے بجائے خدائے واحد کے آگے جھکنے اور اس کی تعریف و تحمید کو اپنا شعار بناؤ۔ ان میں سے ایک عید رمضان کے فوراً بعد مقرر کرتا ہوں۔ اور دوسری عید حج کے دوسرے دن منانے کا حکم دیتا ہوں۔

پہلی عید اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور دوسری اس واقعہ کی یادگار میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیل کو چھری سے ذبح کرنا چاہا تھا۔

مستحبات: عید الاضحیٰ کے دن مردوں کے لئے مستحب ہے کہ (۱) غسل کرے (۲) مسواک کرے (۳) اچھے کپڑے پہنیں نئے ہوں یا دُھلے ہوئے ہوں (۴) خوشبو لگانا (۵) عید کی صبح کو جلدی اٹھنا (۶) صبح جلدی سے عیدگاہ میں چلنا (۷) پیادہ پا عیدگاہ کو جانا (۸) عیدگاہ کو اطمینان اور وقار سے جانا (۹) جن چیزوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں اس سے آنکھ بند رکھنا (۱۰) تکبیر کو راستہ میں آواز سے پڑھتا ہوا جائے اور عیدگاہ پہونچنے کے بعد بند کر دے (۱۱) عیدگاہ کو جاتے آتے وقت علیحدہ علیحدہ راستہ سے جاوے (۱۲) صبح صادق سے لے کر نماز تک کچھ نہ کھائے اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھاوے جو اللہ رب العزت کی ضیافت ہے (۱۳) عید الاضحیٰ کی نماز میں بخوف جلدی کرنا (۱۴) عید کی نماز سے قبل گھر میں یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نہ پڑھنا۔

مسئلہ: عید کے دن عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے کہ غسل کریں اور اچھے کپڑے پہنیں کہ یہ دن خوشی و زینت کا ہے۔ (ذکیری)

مسئلہ: عید الاضحیٰ کی نماز کا وقت اشراق کے وقت سے زوال تک ہے۔

نماز عید: عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے۔ عید کی نماز پڑھتے وقت یہ نیت کرے کہ عید کی واجب نماز اس امام کے پیچھے چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں اس کے بعد امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے اور ثنا پڑھے اس کے بعد امام تین تکبیر کہے گا، پہلی دو تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے اور تیسری میں ہاتھ اٹھا کر باندھ لیوے، اس کے بعد امام قرأت پڑھے اور حسب قاعدہ رکعت پوری کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گا اور پہلے قرأت کرے گا اور رکوع میں جانے سے قبل چار تکبیر کہے گا پہلی تین تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیا جاوے اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھاوے بلکہ یہ رکوع کی تکبیر ہے، تو تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور باقی نماز کو دوسری نمازوں کے مطابق پورا کرے۔

مسئلہ: عید کی زائد تکبیروں کے درمیان امام فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر رکھے۔

مسئلہ: اگر امام تکبیرات کو پہلی رکعت میں بھول گیا اور سورہ فاتحہ شروع کر دی اور درمیان سورہ فاتحہ کے یاد آ گیا تو تکبیرات کو کہہ لے اور پھر سے سورہ فاتحہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر امام عید کی نماز میں بغیر زائد تکبیر کہے رکوع میں چلا گیا تو رکوع سے کھڑا نہ ہو بلکہ وہ تکبیرات جہراً رکوع ہی میں کہہ لی جاوے۔

مسئلہ: اگر عید کی نماز میں مقتدی اس وقت پہونچا جب امام رکوع میں ہے اور خوف ہے کہ عید کی تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو کھڑے ہو کر نماز کی شروع کی تکبیریں کہے۔ ورنہ رکوع میں چلا جاوے اور رکوع میں کہہ لیں مگر ہاتھ نہ اٹھاوے۔ اور اگر تکبیریں پوری ہونے سے قبل امام نے سر اٹھا لیا تو یہ شخص بھی امام کی متابعت کرے۔ اس سے باقی تکبیریں ساقط ہو جاویں گی۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک پڑھے اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھے۔ (نور الایضاح)

مسئلہ: اگر مصلی ایسے وقت میں شریک ہوا کہ امام پہلی رکعت کی قرأت کر رہا ہے تو نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر زائد تکبیر کہے۔

مسئلہ: اگر مصلی دوسری رکعت میں شریک ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رکعت فائتہ کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت قرأت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے زائد تکبیرات کہے۔ (شامی)

مسئلہ: عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر کہی جاوے۔

مسئلہ: نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے خطبہ کے بعد مانگنا نہیں چاہیئے۔

مسئلہ: عید کی نماز کا خطبہ نماز کے بعد سنت ہے۔

مسئلہ: عید کا خطبہ سننا واجب ہے۔

حج
جامع عبادات ہے

★

اس عبادت کی جامعیت کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اسلام نے جتنی عبادتیں بھی مقرر فرمائی ہیں سب کی روح اس کے اندر پوری خصوصیات کے ساتھ موجود ہے۔ اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

نماز دین کی تمام عبادتوں میں اساس اور ستون کی حیثیت رکھتی ہے اب آیئے دیکھئے کہ یہ عبادت حج میں کس طرح شامل ہے۔

سب سے زیادہ پہلو تو یہ ہے کہ حج کا سفر آدمی کرتا ہی ہے اس گھر کے لئے جو ہماری تمام نمازوں اور ہماری تمام مسجدوں کا مرکز ہے نماز کے لئے جو پہلا گھر اس زمین پر تعمیر ہوا ہے وہ بیت اللہ ہے اور ہماری تمام مسجدوں کو مسجد ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے اس وجہ سے جب کوئی شخص حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے اس سفر کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جس مرکز نماز کی طرف رُخ کر کے وہ زندگی بھر نماز پڑھتا رہا وہ چاہتا ہے کہ اب عین اس مرکز میں پہونچکر نماز پڑھے اور جس مسجد نے دنیا کی تمام مسجدوں کو مسجدیت کا اعزاز بخشا ہے عین اس مسجد میں جاکر سجدہ ریز ہو۔

علاوہ ازیں حج میں نماز کی وہ قسم بھی شامل ہے جس کے ادا کرنے کی سعادت آدمی کو حج کے سوا اور کسی دوسرے موقع پر حاصل ہی نہیں ہوسکتی میری مراد طواف سے ہے۔ قرآن مجید کے ارشادات اور احادیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ طواف بھی درحقیقت نماز ہے یہ نماز صرف خانۂ کعبہ کے اندر ہی ادا کی جاسکتی ہے اس کے سوا دنیا میں اور کہیں بھی ادا کی نہیں جاسکتی۔ اس نماز میں بندہ جب حجر اسود کو جس کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کہا گیا ہے بوسہ دے کر یا اسے ہاتھ لگا کر بار بار اپنے رب کے ساتھ اپنے عہد اطاعت کی تجدید کرتا ہے اور پھر خانۂ کعبہ کے ارد گرد طواف کی دعائیں پڑھتا ہوا اس طرح چکر لگاتا ہے تو غافل سے غافل انسان کی روح بھی وجد میں آجاتی ہے پھر جب آدمی خیال کرتا ہے کہ اس کی یہ نماز مشابہ ہے اس نماز سے جو فرشتے عرش الٰہی کے ارد گرد پڑھ رہے ہیں تو ایک صاحب دل کے دل کی جو حالت ہوتی ہے یا ہوسکتی ہے وہ حالت کسی طرح بھی لفظوں میں بیان نہیں کیجا سکتی۔

نماز کے بعد اسلامی عبادات میں دوسرا درجہ زکوٰۃ یا دوسرے الفاظ میں انفاق کا ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حج کے اندر انفاق کا بھی نمایاں حصہ ہے۔ حج کے زاد راہ کا انتظام، عام لوگوں کے لئے جن کی آمدنی کے ذرائع محدود ہیں ایک بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ بالخصوص اس زمانے میں یہ مسئلہ مشکل تر ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف وسائل سفر اور ضروریات سفر میں ہر چیز گراں سے گراں تر ہوگئی ہے۔ ثانیاً حجاز کی حکومت اور وہاں کے عام باشندے بھی حجاج کو اللہ کا مہمان سمجھنے کے بجائے ان کو اپنے لئے آمدنی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور تمام ممکن راستے ان کو زیر بار کرنے کے اختیار کرتے ہیں علاوہ ازیں جو شخص حج کے لئے نکلتا ہے بالعموم اپنی آمدنی کے موجود ذرائع سے کم از کم زمانۂ سفر تک کے لئے اگر یک قلم نہیں تو بہت بڑی حد تک دست کش ہو کر نکلتا ہے اس طرح وہ اپنی اگلی اور پچھلی کمائی کا بڑا حصہ اپنی اصلاح نفس کے اس جہاد پر صرف کرتا ہے۔ اسی طرح حج میں روزے کی روح بھی موجود ہے روزہ کی اصل روح سب جانتے ہیں کہ ترک و انقطاع اور تبتل الی اللہ ہے یہ چیز حج کے اندر بدرجۂ کمال موجود ہے۔ احرام میں جو پابندیاں ہیں وہ اگرچہ مدت کے اعتبار سے روزہ کی پابندیوں کے مقابلہ میں ہلکی ہیں، لیکن اپنے مزاج اور اپنی کیفیت کے لحاظ سے ان سے زیادہ سخت ہیں روزے میں جو زہد اور درویشی کی جھلک ہے وہ حج میں بالخصوص حالت احرام میں اپنے اس آخری درجہ تک پہونچ جاتی ہے جس درجہ تک اسلام نے اس کو پسند کیا ہے اس سے آگے رہبانیت کے حدود شروع ہوجاتے ہیں جو اسلام میں ناجائز ہے۔

نماز انفاق اور روزہ یہ اسلام میں مستقل عبادات کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ حج میں ان سب کی روح شامل ہے لیکن اسلام میں بعض ایسی عبادتیں بھی ہیں جنکا مطالبہ اسلام نے صرف خاص خاص حالات کے اندر کیا ہے، مثلاً ہجرت اور جہاد یہ عبادتیں اگرچہ ہنگامی ہیں لیکن جب ان کا وقت آجاتا ہے تو دین میں ان کی اہمیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ دوسری تمام عبادتوں پر ان کا پلّہ بھاری ہوجاتا ہے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حج کے اندر ان ہنگامی عبادات کی بعض شاخیں بھی موجود ہیں۔

ہجرت کی اصل حقیقت فرار الی اللہ ہے یعنی بدی سے نیکی کی طرف، شر سے خیر کی طرف اور شیطان سے رحمٰن کی طرف بھاگنا حج میں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ہجرت کی یہ حقیقت بھی موجود ہے جو شخص حج کے لئے نکلتا ہے اپنے گھر کو اپنے وطن کو اپنے اعزا و اقربا کو اور اپنے بہت سے دنیوی مفادات و تعلقات کو چھوڑ کر نکلتا ہے۔ اپنے پروردگار کی خوشنودی اور اپنے خالق و مالک کی رضا کے سوا کوئی اور غرض و غایت اس کے سامنے نہیں ہوتی اگرچہ گھر اور وطن سے یہ نکلنا عام حالات میں عارضی مدت کے لئے ہی ہوتا ہے لیکن جہاں تک گناہ اور معصیت کی زندگی کا تعلق ہے اس کو ہمیشہ کے لئے بدل دینے کا عزم صمیم تو حج کی اصل حقیقت ہے اور بعینہٖ یہی حقیقت ہجرت کی بھی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے المهاجر من هجر ما نهى الله عنه (حقیقی مہاجر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے)۔

اسی طرح غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جہاد کی بھی بہت سی خصوصیات حج کے اندر موجود ہیں۔ یوں تو حج کے پورے زمانے میں آدمی کی زندگی خدا کے ایک سپاہی کی زندگی بن جاتی ہے جو اپنا پانی کا مشکیزہ اور اپنا تھوڑا سا زاد راہ اپنے ساتھ لئے ہوئے ایک محاذ سے دوسرے محاذ پر پہونچنے کے لئے ہر وقت چاق و چوبند رہتا ہے لیکن خاص کر حج کے چند دنوں کے اندر تو اس کی زندگی کو اگر تشبیہ دی جاسکتی ہے تو فی الواقع ایک مجاہد کی زندگی ہی سے دی جاسکتی

ہے۔ مکہ سے منیٰ۔ منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے پھر منیٰ۔ دھوپ، ہوا، بارش ہو، ژالہ باری ہو، ہر حالت میں بہرصورت وقت معینہ پر پہونچنا ہے۔ نہ بھوک کی پرواہ نہ پیاس کی نہ لو کا احساس ہے نہ سردی کا، نہ تکیہ کی تلاش ہے نہ بستر کی۔ خدا کی پسندیدہ وردی جسم پر ہے اور لبیک لبیک کی صدا زبان پر نہ زندگی کی پرواہ ہے نہ موت کا اندیشہ بلکہ سچ پوچھئے تو یہ بات بھی کوئی مبالغہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے میدانوں میں مرنے کی جتنی آرزو دل میں ہوتی ہے اتنی جینے کی آرزو نہیں ہوتی۔ اس ترقی کے زمانہ میں بھی قدم قدم پر آدمی جان کے خطرے سے دوچار ہوتا ہے اور ہر سن و سال کے لوگوں کو مرتے دیکھتا ہے لیکن یہ چیزیں بالکل معمولی معلوم ہوتی ہیں بلکہ ان لوگوں پر رشک آتا ہے جو ان مقامات پر مرتے ہیں اور اپنے احرام کی دو چادروں کے ساتھ انہی پتھریلی زمینوں میں دفن کئے جاتے ہیں۔

منیٰ میں جمرات پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کو کوئی شخص چاہے شیطان پر کنکریاں مارنا سمجھے یا ابرہہ کی فوجوں پر جو آسمانی سنگ باری ہوئی تھی اس کی یادگار سمجھے۔ بہرحال یہ کنکریاں مارنا اللہ کے دشمنوں اللہ کے دین کے دشمنوں اور بیت اللہ کے دشمنوں پر لعنت اور سنگ باری کی ایک عظیم یادگار ہے۔ اللہ اور رسول نے اسی یادگار کو حج کے مناسک میں اسی لئے محفوظ کر دیا ہے تاکہ حج مسلمان کی روح جہاد کو بھی زندہ اور تازہ رکھے۔

حج انسان پر ہر راہ سے اثر انداز ہوتا ہے

حج کی جامعیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان پر اثر انداز ہونے کے جتنے راستے بھی ہیں یہ ان تمام راستوں سے اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آدمی کو سمع، بصر اور فواد کی جو صلاحیتیں اور قابلیتیں بھی قدرت کی طرف سے عطا ہوئی ہیں ان سب کو بیدار کرنے کے لئے اس کے اندر بہتر سے بہتر اسباب و محرکات جمع کر دئے گئے ہیں جو معنوی اور روحانی حقیقتیں آسانی کے ساتھ انسان کی عقل کی گرفت میں نہیں آتی ہیں ان کو حج میں شعائر کی صورت میں محسوس و

مشہور کر دیا گیا ہے تاکہ انسان کے حواس کی گرفت میں آسکیں۔ حج کے مناسک عصہ کے بعد دیگرے گزرتے ہوئے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت محمد رسول اللہ تک کی پوری تاریخ اپنے تمام آثار و نشانات کے ساتھ آدمی کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے یہ گھر ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے بنایا، یہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے نمازیں پڑھیں، یہ پہاڑی ہے جس کے دامن میں باپ نے اپنے محبوب بیٹے کی قربانی کی، یہ میدان ہے جہاں انہوں نے دعوت الی اللہ کے خطبے دئے اور جس کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اور جس کی تپتی ہوئی ریتوں پر انہوں نے دعائیں اور مناجاتیں۔ یہ ساری چیزیں ایک ایک کر کے صرف حافظے میں ہی نہیں تازہ ہوجاتی ہیں بلکہ نگاہوں کے سامنے بھی آجاتی ہیں جن کے ذکر اب تک صرف بزرگوں کی زبانی ہی سنے تھے یا صرف کتابوں کے صفحات ہی میں پڑھے تھے ان کو آنکھوں سے بھی دیکھ لیتے ہیں اس وقت فی الواقع آدمی کو اندازہ ہوتا ہے کہ جس نے کہا کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" اس نے کتنی سچی بات کہی ہے۔

بسا اوقات ان مقامات و مناسک سے گزرتے ہوئے جب آدمی کو یہ خیال آجاتا ہے کہ کیا عجب کہ جہاں وہ اس وقت کھڑے ہیں عین اسی جگہ کبھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ بھی کھڑے ہوئے ہوں یا جس جگہ وہ سجدہ کر رہا ہے اس جگہ کو ان کے سجدوں کی تقدیس بھی حاصل ہوئی ہوگی۔ اس وقت اندازہ ہوتا ہے کہ قیام کیا چیز ہے اور سجدہ کس چیز کو کہتے ہیں۔

پھر اس سے زیادہ موثر ہمارے لئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے آثار و مقامات ہوتے ہیں آدمی چپہ چپہ پر ان کے نشانات اور ان کے کارنامے ثبت دیکھتا ہے جس شہر میں حضور ﷺ پیدا ہوئے جس کی گلیوں اور جس کے کوچوں میں آپ دعوت حق لے کر پھرے ہیں، جس کے حرم میں آپ نے نمازیں پڑھیں، جس کی پہاڑیوں میں آپ کے موذن کی اذانیں گونجیں، جس میں آپ نے اللہ کے دین کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں جھیلیں جس محبوب شہر کو اللہ کے لئے آپ نے چھوڑا اور پھر جس شہر کو آپ نے دعوت کا مرکز بنایا ــ جن میدانوں، اور پہاڑوں میں آپ نے اور صحابہؓ نے اعلائے حق کے لئے جنگیں کیں۔ یہ ساری چیزیں ایک ایک کر کے جب انسان کی نگاہوں کے سامنے آتی ہیں تو اسلام کی پوری تاریخ اس طرح اس کے سامنے مشہود ہوجاتی ہے گویا اسلام کے اور اس کے دور اوّل کے درمیان زمان و مکان کا کوئی پردہ اب سرے سے حائل ہی نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عبادت کا انسان پر جو اثر پڑتا ہے وہ کسی بھی دوسری عبادت کا نہیں پڑتا اور پھر بالکل اسی کے برابر کی دوسری حقیقت یہ ہے کہ جو شخص حج سے محروم لوٹتا ہے پھر اس کی اصلاح کسی بھی دوسری چیز سے نہیں ہوتی اسلام میں اس کی حیثیت روحانی امراض کے آخری علاج کی ہے جس کو اس سے فائدہ نہ ہو اس کے لئے کوئی دوا بھی نافع بھی نہیں ہوگی۔

حج کی برکتیں

روحانی کایا کلپ: جس طرح جسمانی امراض کے علاج کی قسموں میں علاج کی ایک قسم وہ ہے جس کو کایا کلپ کہتے ہیں اسی طرح روحانی امراض کے لئے حج ہے۔ علاج ایک ایسا کورس ہے جس کو اگر اس کے تمام شرائط کے ساتھ کوئی شخص آخر تک نباہ لے جائے تو وہ تمام روحانی بیماریوں سے صحت یاب ہو کر ٹھیک اس فطرۃ اللہ پر پہنچ جاتا ہے جس پر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور جس پر وہ جاتا ہے کہ یہ حقیقت متعدد حدیثوں سے واضح ہوتی ہے لیکن ہم اختصار کے خیال سے صرف ایک حدیث کا ترجمہ یہاں دیتے ہیں جو بخاری اور مسلم میں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سُنا کہ جس نے حج کیا اور اس دوران نہ اس نے کوئی شہوت کی بات کی اور نہ خدا کی کسی نافرمانی کا ارتکاب کیا وہ تمام گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہوگیا جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اس کو جنا تھا۔

جنّت کی ضمانت:

حج چونکہ اسلام اور ہجرت کی طرح آدمی کے تمام گناہوں کو فنا کر دیتا ہے اس وجہ سے اس شخص کے لئے جس کو حج مبرور کی سعادت حاصل ہوجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی ضمانت ہے۔ "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ کے بعد آدمی اگر دوسرا عمرہ کرے تو یہ عمرہ درمیان کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کا صلہ تو جنت سے کم کچھ ہے ہی نہیں" (متفق علیہ)

تجدید عہد:

حج کے ذریعہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے اس عہد کو از سر نو استوار کر لیتا ہے جو ایک مسلم کی حیثیت سے اس نے اپنے رب سے کیا ہے۔ یہ تجدید عہد اگرچہ ہر توبہ استغفار سے ہوتی رہتی ہے لیکن اس تجدید عہد کا جو عزم وارادہ حج میں ظاہر ہوتا ہے وہ عام توبہ و استغفار میں نہ ظاہر ہوتا ہے اور نہ ظاہر ہوسکتا ہے۔ آدمی اس تجدید عہد کے لئے ہی رخت سفر باندھتا ہے اور ایک طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے رب کے دروازے پر حاضری دیتا ہے یہ گھر سے نکلنا اور مقصد کے لئے سفر کرنا ہی بجائے خود ایک بہت بڑی چیز ہے یہ بندے کے اخلاص اور اس کی صدق طلبی کا ایک نہایت واضح نشان ہے اور اس سے خدا کی رحمت اس کے لئے جوش میں آتی ہے۔

پھر جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے یا اس کو ہاتھ لگاتا ہے تو گویا خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے عہد بندگی و اطاعت کی تجدید کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی جگہ پر پہنچ کر ان کی قربانی کی سنّت کو تازہ کرنا۔ درحقیقت اپنی زندگی کو از سر نو خدا کی نذر کرنا ہے کیونکہ قربانی کی اصلی حقیقت اپنے آپ کو خدا کی حوالگی اور سپردگی میں دینا اور یہی حقیقت اسلام کی بھی ہے۔ اسلام کے معنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینے کے ہیں یعنی خدا کی مرضی اور اس کی پسند کے آگے آدمی کو اپنی کوئی مرضی اور اپنی کوئی پسند ہی نہ رہ جائے۔ آدمی اپنی محبوب سے محبوب اور عزیز سے عزیز چیز بھی خدا کے لئے ہر وقت قربان کر دینے کے لئے تیار ہے۔ اس حقیقت کو واقع کی شکل میں اور اس فلسفہ کو عمل کے جامہ میں پوری تاریخ انسانی میں جس نے پیش کیا ہے وہ ابراہیمؑ ہیں۔ انہوں نے اپنے محبوب بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کے لئے قربان کر دینے کا عزم بالجزم ظاہر کر کے یہ ثابت کر دیا کہ فی الواقع انہوں نے اپنا سب کچھ بغیر کسی استثناء اور تحفظ کے خدا کے حوالے کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس نے ان کو مسلم کے لقب سے نوازا اور جس بیٹے کو انہوں نے قربان کیا اس کی نسل سے ایک امت مسلمہ پیدا کی جس کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ دین کی حامل ہے اور اسلام کی اصل حقیقت کو اپنے اندر برابر زندہ اور تازہ رکھنے کے لئے اس ابراہیمی قربانی کی یادگار مناتی ہے۔ اسی قربانی کی یادگار ہے جس کو حج کے مناسک میں شامل کیا گیا ہے جو اللہ کے بندے اس مقدس قربان گاہ تک پہنچ جاتے ہیں وہ وہاں پہنچ کر اس قربانی کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو مشکلات اور موانع کے سبب وہاں نہیں پہنچ پاتے وہ اپنی بستیوں ہی میں اس قربان گاہ کی یادگار مناتے ہیں تاکہ ان کے اندر اسلام کی اصل حقیقت کا شعور بھی زندہ رہے اور ان کی طرف سے ان کے اس عمل سے اس بات کا اظہار بھی ہوتا رہے کہ وہ اصل قربان گاہ پر پہنچ کر اس قربانی کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔

اس قربانی کی اصل حقیقت خدا کی راہ میں جان کی قربانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور اپنی مہربانی سے ہمیں اس بات کا موقع دیا ہے کہ ہم اپنی طرف سے کسی جانور کی قربانی کر کے اپنی جان کا فدیہ ادا کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہمارے لئے ایک بہت بڑی رعایت ہے اور اس نے جو جانور ہماری خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں جب وہ خدا کی راہ میں ہمارے بدل کی حیثیت سے قربان ہوتے ہیں تو یہ سب سے بڑی خدمت ہے جو ہماری وہ انجام دیتے ہیں۔ اور یہ سب سے زیادہ اشرف مقصد ہے جس میں ہم انکو استعمال کرتے ہیں جو لوگ ہر چیز کو صرف معاشی پیمانوں سے ناپتے ہیں وہ ان کی قدر و قیمت نہیں سمجھتے اس وجہ سے ان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں ان کے نزدیک بھیڑوں بکریوں کی قدر و قیمت حضرت ابراہیمؑ کی قربانی سے زیادہ ہے۔

اُمّت کی وحدت کا مظاہرہ:

اوپر ہم نے حج کی جو برکتیں بیان کی ہیں یہ افراد کو ان کی انفرادی حیثیت میں حاصل ہوتی ہیں لیکن حج کے اندر بعض نہایت اہم اجتماعی برکتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ صرف حج ہی کا ایک موقع ایسا موقع ہے جس میں یہ حقیقت سورج سے بھی زیادہ روشن ہو کر ہر شخص کے سامنے آجاتی ہے کہ اس امت کے مختلف اجزا کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑنے والی اور ان کو بنیان مرصوص بنانے والی چیز کیا ہے؟ زبانیں مختلف، رنگ مختلف، قومیتیں اور جنسیں مختلف، ذوق و طبائع مختلف لباس مختلف حد یہ کہ نمازیں ادا کرنے کے طریقے بھی بعض ظواہر میں ایک دوسرے سے مختلف لیکن لبیک لبیک کی صدا سب کی زبانوں پر احرام کی چادریں سب کے جسموں پر بیت اللہ پر سب نثار، سب پروانہ وار ایک ہی امام کی اقتدا میں بیت اللہ کے ارد گرد سب مصروف رکوع و سجود، اختلاف کے اندر وحدت کا اور گوناگونی و بوقلمونی کے ساتھ ہم آہنگی و ہم رنگی جو مظاہرہ حج میں ہوتا ہے وہ صرف حج کے ساتھ مخصوص ہے جس کو حج کی سعادت حاصل نہ ہوئی وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پرنٹر پبلشر مسئول سید محمد حسنی نے بے۔کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

شہداء بالاکوٹ کا پیغام

اہلِ پاکستان کے نام

بالاکوٹ کے معرکہ میں وہ نفوس شہید ہوئے جو عالم انسانیت کے لئے رونق و زینت، اور مسلمانوں کے لئے شرف و عزت اور خیر و برکت کا باعث تھے، مردانگی و جوانمردی، پاکیزگی و پاکبازی، تقدس و تقویٰ، اتباع سنت و شریعت اور دینی حمیت و شجاعت کا وہ عطر جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا، اور انسانیت اور اسلام کے باغ کا جیسا "عطر مجموعہ" صدیوں سے تیار نہیں ہوا تھا، اور جو ساری دنیا کو معطر کرنے کے لئے کافی تھا، ۲۴ر ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ گیا، مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی، حکومت شرعی ایک عرصہ کے لئے خواب بے تعبیر ہوگئی، بالاکوٹ کی زمین اس پاک خون سے لالہ زار اور اس گنج شہیداں سے گلزار بنی جس کے اخلاص و للہیت، جس کی بلند ہمتی و استقامت، جس کی جرأت و ہمت، اور جس کے جذبۂ جہاد و شوق شہادت کی نظیر پچھلی صدیوں میں ملنی مشکل ہے، بالاکوٹ کی سنگلاخ و ناہموار زمین پر چلنے والے بے خبر مسافر کو کیا خبر کہ یہ سرزمین کن عشاق کا مدفن اور اسلامیت کی کس متاع گرانمایہ کا مخزن ہے ؎

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں

اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک مخلص بندہ کے ہاتھ پر اپنے مالک سے اس کی رضا اس کے نام کی بلندی اور اس کے دین کی فتحمندی کے لئے آخری سانس تک کوشش کرنے اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دینے کا عہد کیا تھا، جب تک ان کے دم میں دم رہا اسی راہ میں سرگرم رہے، بالآخر اپنے خون شہادت سے اس پیمان وفا پر آخری مہر لگا دی، یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ۲۴ ذوالقعدہ کا دن گزر کر جو رات آئی وہ پہلی رات تھی، جس رات کو وہ سبک دوش و سبکسر ہوکر میٹھی نیند سوئے۔

وہ خلعت شہادت پہن کر جس کریم کی بارگاہ میں پہنچے وہاں نہ مقاصد کی کامیابی کا سوال ہے نہ کوششوں کے نتائج کا مطالبہ، نہ شکست و ناکامی پر عتاب ہے نہ کسی سلطنت کے عدم قیام پر محاسبہ، وہاں صرف دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں، صدق و اخلاص اور اپنی مساعی اور وسائل کا پورا استعمال، اس لحاظ سے شہداء بالاکوٹ اس دنیا میں سرخرو ہیں، اور انشاء اللہ دربار الٰہی میں بھی باآبرو، کہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کی رضا کے لئے اپنی مساعی اور وسائل کے استعمال میں ذرہ برابر کمی نہیں کی، ان کا وہ خون شہادت جو ہماری مادی نگاہوں کے سامنے بالاکوٹ کی مٹی میں جذب ہوگیا، اور اس کے جو چھینٹے پتھروں پر باقی تھے، ۲۶ ذوالقعدہ کی بارش نے ان کو بھی دھو دیا، وہ خون جس کے نتیجہ میں کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی کسی قوم کا مادی و سیاسی عروج نہیں ہوا، اور کوئی نخل آرزو اس سے سرسبز ہوکر بار آور نہیں ہوا، اس خون کے چند قطرے اللہ کی میزانِ عدل میں پوری پوری سلطنتوں سے زیادہ وزنی ہیں، یہ فقیرانِ بے نوا جنھوں نے عالم مسافرت میں بیکسی کے ساتھ جان دی اور جن کی اب دنیا میں کوئی مادی یادگار نہیں یہ اللہ کے یہاں اُن بانیانِ سلطنت اور مؤسسین حکومت سے کہیں زیادہ قیمتی اور معزز ہیں جن کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے، "واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ۔" (منافقون)

بے شک شہداء بالاکوٹ کے خون نے دنیا کے سیاسی و جغرافیائی نقشہ میں کوئی فوری تغیر نہیں پیدا کیا، خونِ شہادت کی ایک مختصر سی سرخ لکیر اُبھری تھی، اس کی جگہ نہ جغرافیہ نویس کے قلبی نقشہ میں تھی، نہ مورخ کے سیاسی مرقع میں، لیکن کسے خبر کہ یہ خون شہادت دفتر قضا و قدر میں کس اہمیت و اثر کا مستحق سمجھا گیا، اس نے مسلمانوں کے نوشتۂ تقدیر کے کتنے دھبے دھوئے، اس نے اللہ تعالیٰ کے یہاں جس کے یہاں محو و اثبات کا عمل جاری رہتا ہے: "یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ أم الکتاب" (رعد ۳۹) کون سے نئے فیصلے کروائے، اس نے کسی مستحکم سلطنت کے لئے خاتمہ و زوال اور کسی پسماندہ قوم کے لئے عروج و اقبال کا فیصلہ کروایا، اس سے کس قوم کا بخت بیدار ہوا، اور کس سرزمین کی قسمت جاگی اس نے کتنی بظاہر ناممکن الوقوع باتوں کو ممکن بنا دیا اور کتنی بعید از قیاس چیزوں کو واقعہ اور مشاہدہ بنا کے دکھا دیا۔

یوں تو شہداء بالاکوٹ میں سے ہر فرد کا پیغام یہ ہے کہ "یالیت قومی یعلمون ۔ بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین ۔" مگر گوش شنوا و دیدۂ بینا کے لئے ان کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہے، جہاں ہم اللہ کے منشاء اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گذار سکیں، جہاں ہم دنیا کو اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کا نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف مائل اور اس کی صداقت و عظمت کا قائل کر سکیں، جہاں نفس و شیطان، حاکم و سلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو، "ویکون الدین کلہ للہ (انفال ۳۹)" جہاں طاعت و عبادت اور صلاح و تقویٰ کے لئے اللہ کی زمین وسیع اور فضا سازگار ہو، اور فسق و فجور و معصیت کے لئے زمین تنگ اور فضا ناسازگار ہو، جہاں ہم کو صدیاں گزر جانے کے بعد پھر "الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر" کی تفسیر اور تصویر پیش کرنے کا موقع مل سکے، تقدیر الٰہی نے ہمارے لئے اس سعادت و مسرت اور اس آرزو کی تکمیل کے مقابلے میں میدان جنگ کی شہادت اور اپنے قرب و رضا کی دولت کو ترجیح دی، ہم اپنے رب کے اس فیصلہ پر رضامند ہیں:...

...اب اگر اللہ نے تم کو دنیا کے کسی حصہ میں کوئی ایسا خطہ زمین عطا فرمایا، جہاں تم اللہ کے منشاء اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گذار سکو، اور اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرہ کے قائم کرنے میں کوئی مجبوری مخل اور کوئی بیرونی طاقت حائل نہ ہو، پھر بھی تم اس سے گریز کرو، اور ان شرائط و اوصاف کا ثبوت نہ دو، جو مہاجرین و مظلومین کے اقتدار اور سلطنت کا تمغۂ امتیاز ہیں، تو تم ایسے کفرانِ نعمت اور ایک ایسی بدعہدی کے مرتکب ہوگئے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے ہم نے جس زمین کے چپے چپے کے لئے جدوجہد کی اور اس کو اپنے خون سے رنگین کر دیا، اکوڑے اور شیدو کے میدان اور نورو اور مایار کی رزم گاہ سے لے کر بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ہمارے خون شہادت کی مہریں اور ہمارے شہیدوں کی قبریں ہیں، تم کو خدا نے اس زمین کے وسیع رقبہ اور سرسبز و شاداب خطے سپرد فرمائے اور بعض اوقات قلم کی ایک جنبش اور رائے نام کوشش نے تم کو عظیم سلطنتوں کا مالک بنا دیا، "ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون" (پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں جانشین کیا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو)۔ (یونس ۱۴)

اب اگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تم نے آزادی کی اس نعمت اور خدا داد سلطنت کی اس دولت کو جاہ و اقتدار کے حصول اور حقیر و فانی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا، تم نے اپنے نفوس اور اپنے متعلقین ملک کے شہریوں اور باشندوں پر خدا کی حکومت اور اسلام کا قانون جاری نہ کیا اور تمہارے ملک اور تمہاری سلطنتیں اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے قانون و سیاست اور تمہارے حاکم اپنے اخلاق و سیرت اور اپنی تعلیم و تربیت میں غیر اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم حاکموں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے، تو تم آج دنیا کی ان قوموں کے سامنے، جن سے تم نے مسلمانوں کے لئے الگ خطہ زمین کا مطالبہ کیا اور کل خدا کی عدالت میں جہاں اس امانت کا ذرہ ذرہ حساب دینا پڑے گا، کیا جواب دو گے؟ خدا نے تم کو ایک ایسا نادر و زریں موقع عطا فرمایا ہے جس کے انتظار میں چرخ کہن نے سیکڑوں کروٹیں بدلیں، اور تاریخ اسلام نے ہزاروں صفحے الٹے، جس کی حسرت و آرزو میں خدا کے لاکھوں پاک نفس اور عالی ہمت بندے دنیا سے چلے گئے، اس موقع کو اگر تم نے ضائع کر دیا تو اس سے بڑا تاریخی سانحہ اور اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ نہ ہوگا۔

بالاکوٹ کے ان شہیدوں کا جو ایک دور افتادہ بستی کے ایک گوشہ میں آسودۂ خاک ہیں، ان سب لوگوں کے لئے جو اقتدار و اختیار کی نعمت سے سرفراز اور ایک آزاد اسلامی ملک کے باشندے ہیں۔ پیغام ہے:۔

"فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم" (محمد ۲۲)

(کیا یہ احتمال بھی ہے کہ اگر تمہاری حکومت ہو تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی سے کام لو)۔

> جوابی طلب امور کے لئے
> جوابی خط
> ارسال کریں۔ (مینجر)

جگن ناتھ آزاد

مُلّازادہ ضیغم لولابی

(زیر تکمیل کتاب "اقبال اور کشمیر" کا ایک غیر مطبوعہ باب)

> صدر شعبۂ اردو، جموں یونیورسٹی
> جموں توی۔ ۲۳ر اکتوبر ۸۳ء
>
> محترمی ندوی صاحب، تسلیم
>
> سری نگر سے جموں آنے کے بعد ایک خط آپ کو لکھا تھا جس میں میں نے اپنے نئے پتے کی اطلاع دی تھی لیکن غالباً یہ خط آپ کو نہیں ملا۔ یکم اگست کو یہاں میں نے اپنے نئے عہدے کا چارج لیا۔ نیا پتہ اوپر درج ہے۔
>
> گذارش اس وقت یہ کرنا ہے کہ جب سے یہاں آیا ہوں "تعمیر حیات" میرے نام آنا بند ہو گیا ہے۔ غالباً سری نگر کے پتے پر جاری ہوگا اور وہیں گم ہو رہا ہوگا۔ اگر دفتر کے کاغذات میں یہ نیا پتہ درج کرا دیں تو ممنون ہوں گا۔
>
> اس خط کے ساتھ ایک مقالہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ پسند ہو تو "تعمیر حیات" کی نذر ہے۔ والسّلام
>
> نیازمند: جگن ناتھ آزاد

"ارمغان حجاز" اقبال کا آخری مجموعۂ کلام ہے اور اقبال کی دوسری تصانیف کی طرح اس کے بھی اکثر اوراق ذکر کشمیر سے مہک رہے ہیں۔ "ارمغان حجاز" میں اس حصے کا عنوان جس میں چھوٹی بڑی ۱۹ نظمیں ہیں "ملا زادہ ضیغم لولابی کا بیاض" ہے۔ ان ۱۹ نظموں میں سے آٹھ تو ایسی ہیں جن کا موضوع بلاواسطہ طور پر کشمیر ہی ہے اور باقی گیارہ بالواسطہ طور پر مذکورہ موضوع سے ہم آہنگ ہیں یعنی اُن میں براہ راست کشمیر کا ذکر تو نہیں لیکن سلسلۂ فکر وہی ہے جو کشمیر کے موضوع ہی پر آٹھ نظموں میں موجود ہے۔

یہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اقبال کے فنی کمالات پر بحث زیر نظر کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں میں اس بات کو زیر بحث نہیں لاؤں گا کہ کیوں اقبال کے اس بند سے

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
مرغان سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب
اے وادیٔ لولاب

میں شعر کی نبض ناچتی ہوئی نظر آتی ہے یا تشبیہ اور استعارے کا سہارا لئے بغیر ہی یہ شعر

کہہ رہا ہے داستاں بے دردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقان پیر

کیوں دل میں اُترتا چلا جا رہا ہے یا اس شعر سے

بپیر و اگر شنید از نوائے صبح گاہِ من
کہ برد آں شوخ دستی از سیہ چشمان کشمیری

میں حافظ شیرازی کی زبان کو اقبال نے کس خوبصورتی کے ساتھ اپنے مزاج کے ساتھ ہم آہنگ کر کے اسے شوخ دستی کی ایک ایسی کیفیت سے آشنا کر دیا ہے جس کے اندر تخت و تاج کو اُلٹ دینے والے انقلاب کروٹیں لے رہے ہیں۔

"ارمغان حجاز" کے اس حصے کا ذکر کرتے ہوئے میں اس کی ایک ایک نظم پر الگ الگ بحث بھی نہیں کروں گا کیوں کہ جہاں تک اقبال کا تعلق ہے اُس کا طرز عمل یا طرز فکر اپنے دور کے کشمیر یا دنیا کے کسی بھی محکوم و مظلوم خطے کے متعلق یہی ہے جو اس حصے کی سترہویں نظم میں اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
حرام آئی ہے اس مرد مجاہد پر زرہ پوشی

اس حصے کا ذکر کرتے ہوئے سب سے بڑا سوال جو میرے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ملّا زادہ ضیغم لولابی کا ذکر کر کے اقبال کس شخصیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ کشمیر میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ملّا زادہ ضیغم لولابی سے حضرت مولانا سید انور شاہ مرحوم مراد ہیں۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ مفسرین کلام اقبال مثلاً پروفیسر یوسف سلیم چشتی، خلیفہ عبدالحکیم، سید عابد علی عابد، سید عبدالواحد، ڈاکٹر سید عبداللہ، بشیر احمد ڈار، ڈاکٹر محمد اکبر حسین قریشی، آغا شورش کاشمیری، مولانا عبدالمجید سالک، مس انا میری شمل، میاں محمد شفیع اور غلام رسول مہر اس معاملے میں بالکل خاموش ہیں۔

اس ضمن میں سید عابد علی عابد "تلمیحاتِ اقبال" میں لکھتے ہیں:۔

"ملّا زادہ ضیغم لولابی ایک فرضی کردار ہے جس کے ذریعے سے علامہ نے کشمیر کے متعلق چند گفتنی باتیں کہلائی ہیں۔" ڈاکٹر اکبر قریشی نے "تلمیحات و اشارات اقبال" میں ملّا زادہ ضیغم لولابی کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا غالباً انہوں نے بھی اسے ایک فرضی کردار سمجھا ہے۔

لفظ "بیاض" سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اقبال نے ملّا زادہ ضیغم لولابی کے بیاض میں مندرج اشعار کا اُردو ترجمہ پیش کیا ہے، لیکن چونکہ یہ بات واقعہ نہیں اس لئے میری ناقص رائے یہ ہے کہ ملّا زادہ ضیغم لولابی ایک استعارہ ہے جس سے اقبال بیک وقت تین مفہوم پیدا کر رہے ہیں۔ ایک تو رعنائی و دلآویزی کے اعتبار سے لولاب کو وہ سارے کشمیر کی علامت کے طور پر پیش کر رہے ہیں جس طرح "جاوید نامہ" میں ایک جگہ وہ ولر کو سارے کشمیر کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ دوسرا چونکہ وادیٔ لولاب نے اکثر علماء اور بالخصوص مولانا انور شاہ صاحب مرحوم ایسی شخصیت کو جنم دیا ہے اس لئے اس سرزمین کے ساتھ ایک جذباتی ہم آہنگی پیدا کر کے اقبال اسے کشمیر کے تعلق سے اپنی فکر کا موضوع بناتے ہیں اور لفظ ضیغم کے استعمال سے وہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اہل کشمیر کو جہاں علمی اعتبار سے علمائے لولاب بالخصوص مولانا سید انور شاہ کا تتبع کرنا چاہیے، وہاں ساتھ ہی ساتھ اپنے اندر ایسی شیر کی سی خاصیتیں بھی پیدا کرنا چاہئیں۔

میرے اس خیال کی تقویت اقبال کے اس خط کے لب و لہجے سے ملتی ہے جو انہوں نے ۱۲ر مارچ ۱۹۳۵ء کو سید انور شاہ صاحب کے نام لکھا جبکہ شاہ صاحب انجمن خدام الدین کے جلسے میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے تھے، اقبال اس خط میں لکھتے ہیں:۔

"مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسے میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں۔ جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمن صاحب قبلہ عثمانی، حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں بھی یہی التماس ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جناب اس عریضے کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لئے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔"

مخلص محمد اقبال

اس سلسلے میں پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:۔

"ملّا زادہ ضیغم ایک فرضی نام ہے، ضیغم شیر کو کہتے ہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اقبال کشمیریوں میں شیروں کی صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں .... چونکہ وادیٔ لولاب میں بہت سے علماء اور صلحاء پیدا ہوئے ہیں اس لئے اقبال نے اپنے ملّا زادہ کو لولابی قرار دیا ہے۔ امام العصر راس المحدثین حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ صاحب مرحوم بھی اسی وادی کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے تھے اور میری رائے میں لولاب کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ شاہ صاحب ایسا یگانۂ روزگار انسان وہاں پیدا ہوا تھا۔ اگرچہ مرحوم ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن حدیث اور فقہ میں بلاشبہ تمام دنیائے اسلام میں کوئی شخص ان کا ہمسر نہیں تھا ...... ان تمام نظموں میں اقبال نے کشمیریوں کو حریت کا پیغام دیا ہے اور اس کے ضمن میں ان کو زندگی کے اعلیٰ حقائق سے بھی آگاہ کیا ہے لیکن انداز بیان ایسا ہے کہ ہر شخص بقدر ظرف خویش ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔"